انصاف کی ہتک

وہ کون لوگ ہیں جنہیں سعودی عرب میں سزائے موت دی جاتی ہے؟

AMNESTY INTERNATIONAL

ایمنسٹی انٹرنیشنل سعودی حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ سزائے موت پر فوری پابندی عائد کرے اور ملک کے عدالتی اور قانونی نظام کو بین الاقوامی معیارات کے مطابق بنائے۔

تبدیلی لانے کا وقت

سعودی عرب سزائے موت کے استعمال کو بھرپور طریقے سے جاری رکھے ہوئے ہے۔ ملک کے سخت تعزیری پالیسی، اس کے جرائم کے بارے میں زیادہ تر خفیہ اور سمری قسم کے عدالتی نظام، معاشرے کے غریب اور کمزور افراد کے خلاف سزائے موت کا امتیازی استعمال اور نوخیز افراد کے خلاف اس انتہائی سخت قسم کی سزا کا مسلسل استعمال اس کی وجوہات ہیں۔ یہ تمام طریقہ کار سزائے موت سے متعلق بین الاقوامی معیارات اور کے خلاف ہیں، بین الاقوامی قوانین اور رواج کی ان سنگین خلاف ورزیوں کی روشنی میں ایمنسٹی انٹرنیشنل سعودی حکومت سے اس مطالبے کا اعادہ کرتی ہے کہ وہ سزائے موت پر فوری پابندی عائد کرے اور ملک کے عدالتی اور قانونی نظام کو بین الاقوامی معیارات کے مطابق بنائے۔

ہادی سعید المتیف

1994 میں، ایک سعودی شہری ہادی سعید المتیف کو ایسے تاثرات جو اسلام اور شرعی قوانین کے منافی تصور کیے جاتے ہیں کا اظہار کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا۔ اسے 1997 میں سزائے موت سنائی گئی۔ دس سال بعد، جنوری 2007 میں، ایمنسٹی انٹرنیشنل کو معلومات ملیں کہ سعودی عرب کے حکام اسے مکمل معافی دینے کے بارے میں غور کررہے ہیں۔ لیکن اگلی جولائی تک، ان امیدوں پر پانی پھر گیا جیسے ہی یہ معلوم ہوا کہ اسے اب بھی سزائے موت کا سامنا ہے۔ آج، اس کی گرفتاری کے 14 سال بعد، اور اسے مبہم الفاظ میں بیان کردہ جرم پر سزائے موت ہونے کے 11 سال بعد، ہادی سعید المتیف کو اب بھی انجام کے بارےکچھ پتہ نہیں۔ اسے جنوبی سعودی عرب کے نجران سنٹرل جیل میں رکھا گیا ہے اور اسے ابھی بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ اسے پھانسی دی جائے گی کہ نہیں۔

© Private

ہادی سعید المتیف کو سزائے موت 1997 میں ہوئی۔

سفارشات

ایمنسٹی انٹرنیشنل سعودی عرب کی حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ:

- سزائے موت پر فورا پابندی عائد کی جائے جیسا کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دسمبر 2007 میں مطالبہ کیا؛
- بچوں کے حقوق کے کنونشن (CRC) کی دفعہ 37(a) پر عملدرآمد کرتے ہوئے بچوں کو سزائے موت دینے کے عمل کو فوری طور پر بند کیا جائے؛
- ایسے جرائم کی شرح کو بتدریج کم کیا جائے جو سزائے موت کا موجب بنتے اور سزائے موت کے بارے میں تمام قوانین اور قاعدوں کو اقوام متحدہ کے سیف گارڈز جو سزائے موت کا سامنا کرنے والے افراد کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہیں (اقوام متحدہ کی اقتصادی اور سماجی کونسل کی قرارداد نمبر 1984/50 بتاریخ 25 مئی 1984) کے مطابق بنائے؛ اور
- ان تمام قیدیوں جن کو سزائے موت کا سامنا ہے کے کیسوں کا از سرے نو جائزہ لے، ان کی سزاؤں کو تبدیل کرنے کے مقصد کے تحت۔

Amnesty International,
International Secretariat, Peter Benenson House
1 Easton Street, London WC1X 0DW
United Kingdom
www.amnesty.org

انڈکس: MDE 23/031/2008
اکتوبر 2008

ایمنسٹی انٹرنیشنل 150 سے زائد ممالک اور علاقوں میں 2.2 ملین افراد کی ایک بین الاقوامی تحریک ہے۔

ہمارا مقصد ہے کہ ہر ایک فرد کو انسانی حقوق کے بارے میں یونیورسل علامیے اور دیگر بین الاقوامی انسانی حقوق کے دستاویزات میں بیان کردہ تمام حقوق حاصل ہوں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل کسی حکومت، سیاسی تصور، معاشی مفاد یا مذہب سے آزاد ہے۔

ہماری خدمات کے لیے محاصل زیادہ تر ہمارے ممبران کی جانب سے فراہم کردہ چندے اور عطیات سے حاصل کیے جاتے ہیں۔

AMNESTY INTERNATIONAL

2699_saudi_CD_print_01_URD.indd 4-1
17/02/2009 12:15

سعودی عرب میں سزائے موت کی شرح گزشتہ دو سالوں میں تیزی سے بڑھی ہے۔ ملک میں 2007 میں کم از کم 158 سزائے موت دی گئی، جو 2006 کے مقابلے میں چارگناہ زیادہ تھیں، اور 2008 کے پہلے چھ ماہ میں کم از کم 66 افراد کو سزائے موت دی گئی۔ سزائے موت اکثر بڑی حد تک خفیہ اور صریحا غیر منصفانہ مقدموں کے اختتام پر جاری کی جاتی ہیں جو نہ صرف سزایافتہ افراد بلکہ ان کے اہل خانہ کے لیے بڑی مصیبت کا باعث ہوتی ہیں۔ اس کے بہت سارے شکارافراد – جن میں سے کئی کو پھانسی دی جاتی ہے – کو ایسے جرائم پر سزا دی جاتی ہے جو غیر تشدد یا مبہم الفاظ میں بیان کئے گئے ہوں۔ ان کا سمری ٹرائیل ہوتا ہے اور اکثر انکو دفاع کے لیے وکیل کی سہولت نہیں دی جاتی اور انہیں ناانصافی کے خلاف تقریبا کوئی تحفظ نہیں ملتا۔ سزائے موت کے مجرموں کا عموما سر قلم کیا جاتا، اکثر عوام کے سامنے۔

غریب تارکین وطن کو بچانے والا کوئی نہیں

ان تمام افراد جن کے بارے میں معلوم ہوسکا ہے کہ انہیں سعودی عرب میں گزشتہ 23 سالوں میں سزائے موت دی گئی ان میں سے آدھے سے زیادہ – کم از کم 830 افراد – غیر ملکی تھے جو زیادہ تر ایشیا اور افریقہ کے غریب اور ترقی پذیر ممالک سے آئے ہوئے کارکن تھے۔ اکثر وبشتر یہ ہوتا ہے کہ جب ان پر سنگین جرائم کے ارتکاب کی فرد جرم عائد ہوتی ہے، ان کو کوئی قانونی مشاورت یا دفاع دستیاب نہیں ہوتا اور ان کی اپنی حکومتیں ان کی طرف سے مناسب طریقے سے مداخلت نہیں کرتی اس بات کو یقینی بنانے کے لیے انکو انصاف ملے اور انکے لیے رحم کی بناء پر معافی کے لیے دباؤ ڈال سکیں۔ غریب ممالک سے آئے ہوئے کارکن خاص طور پر سعودی عرب کے مخفی اور سمری قسم کے جرائم سے متعلق عدالتی کاروائی کے خاص طور پر شکار ہوتے ہیں اور انہیں سعودی عرب کے باشندوں جن کو پھانسی دی گئی ہو کے مقابلے میں معافی ملنے کے امکانات کم ہوتے ہیں۔ اکثر دیار غیر میں اکیلے ہوتے ہوئے جہاں مدد کے لیے کوئی رشتہ دار نہیں پہنچ سکتا، ان کے مقدمات کی کاروائی عربی میں ہوتی ہے اکثر ترجمان کی اعانت کے بغیر، جس کی وجہ سے وہ عدالتی کاروائی سے لاعلم ہوتے ہیں۔ کچھ کو تو یہ بھی نہیں پتہ ہوتا کہ انہیں مقدمے کے اختتام پر سزائے موت دی گئی ہے۔ بے شک کچھ معاملوں میں، سزائے موت پانے والے افراد کو پھانسی دینے کی صبح اپنی سزا کے بارے میں معلوم ہوا۔

خواتین، غیر ملکی تارکین وطن اور سعودی عرب کی شہری، بھی خاص طور پر امتیازی سلوک ہوتی ہیں۔ ایمنسٹی انٹر نیشنل کے ریکاڈ کے مطابق، 1990 سے اب تک سعودی عرب میں کم از کم 40 خواتین سزائے موت دی گئی ہے۔ ان میں سے کم از کم 40 فیصد ایسی تھیں جنکو ایسے جرائم کے لیے سزا دی گئی جن کے جان لیوا نہیں تھے؛ ان 40 خواتین میں اکثیرت ترقی پذیر ممالک سے آئی ہوئی کارکنوں کی تھی۔ سعودی عرب کے معاشرے میں مردوں اور خواتین سخت علیحدگی کے باوجود، قانون متصادم ہونے والی خواتین کی گرفتاری، تفتیش اور ان کے مقدمے کی پیروی مرد کرتے ہیں، اس بات کا بالکل لحاظ نہ کرتے ہوئے کا اس کی وجہ سے ان خواتین کو کتنا ہراساں اور دھمکایا جاسکتا ہے۔

حلیمہ نساء ساڈر کا کیس ایک مثال ہے۔ وہ سری لنکا کی ایک خاتون ہے اور اسے نومبر 2005 میں گرفتار کیا گیا۔ اخباری رپوٹوں کے مطابق، اس کو اس کے خاوند نوشاد نساء ساڈر اور سری لنکا کے اور مرد کے ایم ایس بندرانائیکے کے ہمراہ جون 2007 میں جدہ کی ایک عدالت نے سزائے موت سنائی۔ انہیں ایک مکان پر ڈاکے کے دوران ایک خاتون کے قتل کے جرم پر سزا دی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ انکا کیس اپیل کے مرحلے میں ہے، لیکن مزید کوئی تفصیلات دستیاب نہیں اور یہ کہ انکو موت کی گھاٹ اتارے جانے کا خطرہ موجود ہے۔

عیسی بن محمد ’عمر محمد

© Private

مدینہ جنرل کورٹ نےفروری 2008 میں پانچ نوجوان اقراد کو موت کی سزا سنائی جنہیں ڈاکہ اور ہلہ بولنے کے جرائم کی بناء پر گرفتار اور ملزم ٹھہرایا گیا۔ عدالتی فیصلے کے مطابق، ان کو ایسے جرائم کے لیے سزا دی گئی ہے جو شرعی قوانین کے تحت ‹زمین میں بگاڑ پھیلانے› کے زمرے میں آتے ہیں۔ مبینہ جرائم کے ارتکاب کے وقت پانچ میں سے دو ملزمان کی عمر 18 سال سے کم تھی – سلطان بن سلیمان بن مسلم الوالد، سعودی عرب کا شہری، اور عیسی بن محمد ‹عمر محمد› چاڈ کا شہری، دونوں 17 سال کے تھے۔ بچوں کے حقوق کے بارے میں کنونشن (CRC) کے تحت سعودی عرب کی ذمہ داریوں، جو ان افراد کو جن کی عمر جرم کے وقت 18 سال سے کم ہو کو سزائے موت دیے جانے کو روکتی ہیں کے باوجود ان کو سزائے موت سنائی گئی۔

عیسی بن محمد ’عمر محمد (بائیں جانب) 17 سال کا تھا جب اس کو سزائے موت ہوئی۔

انصاف کی ہتک
وہ کون لوگ ہیں جنہیں سعودی عرب میں سزائے موت دی جاتی ہے؟

سعودی عرب میں سزائے موت پانے والے غیرملکی افراد 1985 – مئی 2008

بچوں کو بھی نہیں بخشا جاتا

سعودی عرب میں کوئی واضح قوانین موجود نہیں ہیں جو بچوں کو سزائے موت دیے جانے کو روک سکیں۔ ججوں کو اختیارات ہوتا ہے کہ وہ بچوں کی بلوغت کی عمر اور اس طرح جرائم کے لیے ذمہ دار ٹھہرائے جانے کی عمرکے تعین کے بارے میں فیصلہ کریں اور اس درجے پر اس طرح کے اختیارات کے سنگین نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔

سلطان کوہیل کو اس کے بھائی محمد، جو دونوں کینیڈا کے شہری ہیں، اور ایک اور شخص کے ہمراہ ایک شامی لڑکے کے قتل کے الزام میں گرفتار کیا گیا جو سکول میں ایک جھگڑے کے دوران جنوری 2007 میں مارا گیا۔ بڑے بھائی محمد کوہیل کو مبینہ طور پر اس کے تفتیش کاروں نے مکے اور لاتیں ماریں اور بعد میں اس سے جرم کا اعتراف کرایا گیا۔ اس کو قتل کا ملزم ٹھہرایا گیا اور اب اس کو سزائے موت دئے جانے میں چند ہی ہفتے باقی ہونگے۔ سترہ سالہ سلطان کا مقدمہ نوعمر ہونے کے ناطے ایک ایسی عدالت میں چلایا گیا جس کے اختیار میں سزائے موت جاری کرنا نہیں تھا۔ اسے اپریل 2008 میں کوڑے لگانے اور ایک سال قید کی سزا دی گئی۔ تاہم، کیونکہ یہ مقدمہ ابھی جاری ہے اس لیے اس کی دوبارہ سماعت کے لیے کسی دوسرے عدالت کو بھیجا جاسکتا ہے جو سزائے موت جاری کرنے کی مجاز ہو۔ حقیقی خطرہ اب بھی موجود ہے کہ سلطان کوہیل کو سزائے موت دی جاسکتی ہے۔

"میرا بیٹا – غریب اوران پڑھ ہونےاورعربی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے عدالتی کاروائی سے آگاہ نہیں تھا اوراپنا دفاع کرنے اور عدالت کو اپنے بے گناہ ہونے کا یقین دلانے کے لیے کوئی ذریعہ یا علم نہیں تھا – [وہ] ایک بڑے خاندان جس میں میں جس میں ایک بوڑھی اور بیمارخاتون ہوں، اسکی بیوی اور اس کی چار سالہ بیٹی شامل ہیں کا واحد کفیل ہے – [ہم] اپنے معاش کے لیے صرف اور صرف اس پر انحصار کرتے ہیں۔"

منشیات سے متعلق جرم پر سزائے موت کے ایک قیدی کی ماں سعودی عرب کے بادشاہ عبداللہ کو 2007 میں رحم کی اپیل تحریر کررہی ہے۔

2699_saudi_CD_print_01_URD.indd 2-3
17/02/2009 12:15